اور اس معقول اصول سے بھی غافل نہیں ہے کہ اشتراکِ عمل بغیر اشتراکِ زبان کے نہیں ہو سکتا، پس جو قوم قدرتی قائم شدہ اشتراک کو برداشت نہیں کرسکتی وہ جدید اشتراکات یا تقویۃ اتفاق واشتراک کا دعویٰ کس زبان سے اور کیوں کررہی ہے؟

اس لئے میں عرض کروں گا کہ مسلمانوں کو اور ان کی تمام ہمسایہ قوموں کو اس نقطہ پر مخلصانہ رنگ میں غور کرنا چاہیئے کہ ملک کی مشترک ضروریات اہل ملک کی افہام وتفہیم لین دین کی ہمہ قسم کی سہولتیں اور مسئلہ زبان میں ملک کی عام جائز خواہشیں "ہندی اتوا ہندوستانی" سے پوری نہیں ہوسکتیں بلکہ صرف موجودہ اردو سے جس کا تجربہ سو برس سے ہورہا ہے اور جس میں تغیر کئے جانے کی ابتک کوئی معقول وجہ سامنے نہیں آسکی ہے۔

اسلئے جہاں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اردو کو محفوظ رکھنے بلکہ حسب معمول سابق اس کی ادبیت کو لطافت آمیز مادوں سے ترقی دینے میں کوشاں ہوں وہیں میں ہندوستان کی تمام غیر مسلم برادریوں سے اپیل کروں گا کہ اس مشترک زبان کو جس میں ہر قوم کا لغت بے تکلف طریق پر شامل اور سو برس اوپر سے زیر استعمال ہے باقی رکھنے میں متحدہ مساعی سے کام لیں۔ اگر یہ زبان مشترک ہے تو اس کی حفاظت بھی مشترک اور بلا تفریق مذہب وملت ہونی چاہئیں۔ جو قومیں اردو کی موجودہ حیثیت کو کوئی ترقی نہیں دیسکتیں وہ کم ازکم اس کی حالیہ حیثیت کو قائم ہی رکھنے پر بس کریں نہ یہ کہ اور الٹا حفاظت کنندوں کی راہ میں سنگِ راہ بنجائیں۔

اسوقت حالت یہ ہے کہ ہماری زبانیں تو اردو کے ساتھ ہیں مگر عمل دوسری زبانوں کے ساتھ ہے اگر ہندوا اردو کا نام لیکر ہندی کو آگے بڑھارہے ہیں تو ہم اردو کی حمایت کے دعووں کے ساتھ انگریزی کو بلند وبالا کررہے ہیں۔ اسلئے میں عرض کروں گا کہ ہم بلکہ اردو کی عملی حمایت ہی نہیں بلکہ اعانت کی طرف پیشقدمی کریں۔ بالخصوص ملک کی ذمہ دار ہستیاں اردو کی ترویج کو اپنی عملی زندگی کا جزو قرار دیں۔

مسئلۂ زبان اور ہندوستان

شرعی نقطۂ نظر سے

جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۳)

اگر تبدیلِ زبان کے یہ مصالح شخصی ہیں تو شخصی زندگی میں اردو نے آخر کیا کوتاہی دکھلائی ہے؟ اور اگر قومی ہیں تو کس پلیٹ فارم نے اس کے ناکارہ ہونے کی شکایت کی۔

ہاں اگر یہ مخفی مصالح وہ ہیں جو بطور کسی معقول حجت کے سامنے نہیں لائی جا سکتیں اور ان کا اظہار بر ملا ہر قوم کے سامنے مشترک پلیٹ فارم پر نہیں کیا جا سکتا تو مشترک زندگی میں ایسی ہی مصالح خود غرضیاں کہلاتی ہیں جن کا بہتر علاج یہی ہو سکتا ہے کہ انھیں وساوس کی طرح دفع کر کے اصل مقصد کی حفاظت میں پوری تندہی سے کام لیا جائے۔ ورنہ اگر ہندو اُسے ہندی بنا کر اردو باقی نہ رکھیں یا مسلمان اُسے عربی بنا کر اردو باقی نہ رکھیں تو بلا شبہ یہ باہمی مشترک تعلقات کے ختم کر دیئے جانے کا ایک الٹی میٹم ہوگا جو ہمسایہ اقوام کے لئے ہمسایہ رہتے ہوئے ایک مہلک ترین اور شرمناک عیب ہے جس سے شخصی اور انفرادی جذبات بھڑک کر باہمی کشاکش کی بنیادیں غیر معمولی طریق پر مضبوط اور مستحکم کر دینگے کیونکہ اس صورت میں اس مشترک زبان کو اردو سے ہندی بنا کر مسلمانوں کو عربیت خالصہ کی یا اردو سے عربی بنا کر ہندوؤں کو ہندیِ خالصہ کی دعوت دینا اب تک کے قائم شدہ وطنی اور ملکی اتفاق کو چیلنج کرنا ہے مجھے افسوس ہے کہ اردو کو مسخ کر کے اس قسم کے عملی چیلنج کا آغاز اس جماعت کی طرف سے کیا جا رہا ہے جو اپنے الفاظ و دعاوے میں ہندو مسلم اتفاق کی سب سے بڑی داعی اور دعویدار رہی ہے۔

اگر یہ ادارے متحدہ مساعی سے اپنے قلم و زبان کو نہ صرف اردو کی خدمت بلکہ حمایت و اعانت میں استعمال کریں گے تو خوشگوار نتائج کی کافی توقع ہوسکتی ہے اور اگر ان مساعی میں دہلی، لاہور، لکھنؤ، دیوبند، حیدرآباد دکن کے ناشرین ادب اور تجارتی ادارے بھی تعاون کریں گے تو یہ نتائج بہت جلد پائیدار اور مستحکم بھی ہوسکتے ہیں۔

(۷) اس کے ساتھ ان ادارات میں عربی زبان کی ترویج کا کام بھی کسی اعلیٰ پیمانہ پر ہونا چاہیے تاکہ تمام عالم اسلامی میں جس کے اکثر ممالک عربی لغت رکھتے ہیں باہمی رابطہ قائم ہوسکے۔ آج عالم اسلامی کے بہت سے با اختیار ممالک ہندوستانی مسلمانوں کی طرف تعلقات باہمی کا ہاتھ بڑھانا چاہتے ہیں اُن کے عربی اخبارات و رسائل اس امید پر یہاں کے مرکزی اداروں میں پہنچ رہے ہیں کہ ان کے محبانہ اقدام کا جواب ایسے ہی اقدام سے دیا جائے۔ لیکن عربیت سے ناواقفی اور عربی زبان سے بے تعلقی اس رابطۂ باہمی میں سدِ سکندری ثابت ہورہی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس حائل کو دفع کرکے باہمی ارتباط اور عام اجتماعی فکر و عمل کی کوئی بنیاد قائم کی جائے اگر فی الحقیقت خلافتِ الٰہی کی عام تنفیذ و تقویت کیلئے ازل سے حق تعالیٰ نے علمِ لغت کو ضروری قرار دیا تو آج ہندوستان میں مقامی طور پر اس خلافت کے احیاء کے لئے اردو اور اجتماعی طور پر تکمیلِ خدمات خلافت کیلئے عربی ایک اہم رکن کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان صورتوں سے توقع ہے کہ اردو کی مقامی اور عربی کی اساسی اور اجتماعی خدمت ملک و ملت کے لئے بہترین نتائج پیدا کریگی اور یہ ایک تعمیری خدمت ہوگی۔

میرے یہ چند پراگندہ اور منتشر خیالات تھے جن کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی لیکن جبکہ اس سلسلہ میں حضرت سیدی و سندی حکیم الامۃ مولانا الحاج محمد اشرف علی صاحب تھانوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ نے ایک شرعی فتویٰ قلمبند فرماکر مسلمانانِ ہندوستان پر احسان فرمایا اور حضرت ممدوح کی تائید میں دوسرے اکابر علماء نے بھی تائیدی تحریریں منضبط فرمائیں تو مجھے بھی جرأت ہوئی

(۱) ہماری تمام اہم تحریریں اردو میں ہونی چاہئیں۔ ہمارے دستخط اردو میں ہوں۔ ہمارے خطوط اور ان کے پتے صرف اردو میں ہوں ہمارے تجارتی بورڈ ہماری میونسپل حدود میں چوراہوں کے بورڈ اردو میں ہوں۔ ہماری عام بول چال اردو میں ہو اور اردو کی اس لغت کو ہم نہ صرف ہندی کے مقابلہ میں بلکہ اس سے زیادہ انگریزی کے مقابلہ میں بھی استعمال کریں۔

(۲) ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ سرکاری تعلیم گاہوں اور دفتروں میں بھی اردو کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ ڈاکخانوں میں اردو زبان کے لئے بڑی جگہ ہونی چاہیے۔ منی آڈر فارم کارڈ، لفافوں، بیموں، رجسٹری کی رسیدوں کی زبان اردو ہو اگر ایسا نہ ہو تو ہمیں مناسب احتجاج کیلئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔

(۳) ریلوے کے ٹکٹ، ٹائم ٹیبل اور اشتہاروں پر اردو کا قبضہ ہونا چاہیئے۔

(۴) سرکاری دفاتر میں جہاں انگریزی کو غیر ضروری اہمیت حاصل ہے اردو کا تسلط ہونا چاہیئے اور بڑے غور سے ہمیں اس امر کی نگرانی کرنی چاہیے کہ انگریزی زبان کی جانشین ناجائز طریقہ پر ہندی تو نہیں ہو رہی ہے؟

(۵) ملک کے عام اداروں اور بالخصوص مغربی فنون کی یونیورسٹیوں کو اپنی دفتری زبان اپنے لیٹر فارم اپنے رجسٹروں کی پیشانیاں اور دوسری عام وخاص صورتوں میں اردو ہی کو استعمال کرنا چاہیئے

(۶) اردو زبان کے تصنیفی اداروں کو ہم آہنگی کے ساتھ اجتماعی طریق پر اردو کی ترویج واشاعت کیلئے متحدہ سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ جامعہ عثمانیہ دکن نے علوم عصریہ پر، دارالمصنفین اعظم گڈھ نے اسلامی تاریخ پر، خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون اور دارالعلوم دیوبند نے مذہبی اخلاقی معاملات اور اصلاحِ امت پر، جامعۂ ملیہ دہلی نے وقت کی عام اور معمولی ضرورتوں پر کتابیں لکھکر پیش کی ہیں۔ حال میں دارالعلوم دیوبند کے بلند ہمت نوجوان فضلا کی جماعت ندوۃ المصنفین دہلی نے بھی تصنیف و تراجم کے سلسلہ میں گرانقدر کام کیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو اس راہ میں علمبردار کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ اس ملک میں ایک مشترکہ متحدہ قومیت کی تعمیر کے مدعی ہیں وہ ہی قولاً یا فعلاً اس قومیتِ متحدہ کے ترجمان اور مابہ الاشتراک کو فنا کرنے یا کم از کم مضمحل کرنے کے درپے ہیں۔ اسکے برعکس جو حضرات دو قوموں کا نظریہ تسلیم کرتے اور کرلتے ہیں وہ ہی سب سے بڑھکر اس مابہ الاشتراک کو زندہ رکھنے میں ساعی ہیں۔ قوموں کے تشتت وافتراق نے جو خلیج یہاں کے باشندوں میں حائل کردی ہے اسکا پاٹنا ایسے حالات میں کیسے ممکن ہے جبکہ رشتۂ اشتراک کو ایسی بری طرح توڑنے کی کوشش کی جائے۔

اسلامی پہلو کے متعلق جو کچھ لکھا جاچکا ہے وہ کافی سے زیادہ ہے لیکن بات صرف اتنی ہے کہ محض فتوے اور ریزولیوشن اردو کی حفاظت کیلئے کافی نہیں تا وقتیکہ اُن کے موافق کوئی موثر عمل اقدام نہ کیا جائے ورنہ وہی حاصل نکلیگا جو ہمارے شاعر حکیم نے کہا تھا کہ ؎

ریزولیشن کی کثرت ہے مگر اسکا اثر غائب　　پلیٹوں کی صدا سنتا ہوں پر کھانا نہیں آتا

شبیر احمد عثمانی دیوبند ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

تقریظ نمبر ۸ واقعی اردو زبان ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان ہے اور ان کا اکثر دینی ذخیرہ خاصکر کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلمانوں کی آسانی کے لئے علمانے اردو زبان میں جمع کردیا ہے۔ لہذا اس زبان کی حفاظت مسلمانوں پر حتی الوسع لازم اور ضروری ہے خاصکر دورِ حاضرہ میں جبکہ ہندوستان کے مسلمان اس کو اپنی زبان کہتے ہیں اور انھوں نے اس کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور دوسری قومیں اس شعار مسلمین کے مٹانے کی فکر میں ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے شعار کو برقرار رکھیں اور حتی الوسع اس کے قائم رکھنے میں دامے، درمے، سخنے کوشش کرتے رہیں۔

واللہ اعلم۔　　محمد عبد القادر عفی عنہ فرنگی محل لکھنؤ

کہ اس سلسلہ سے اپنے یہ چند طالب علمانہ خیالات پیش کردوں جسے حضرتِ اقدس کی تائید کہنا تو بے ادبی ہے البتہ یہ عرض کروں گا کہ حضرت والا کے اتباع میں یہ بضاعت مزجاۃ میں نے بھی سطحِ کاغذ پر لا رکھی۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف۔

احقر عباد اللہ:- محمد طیب غفرلہ ولوالدیہ مہتمم دار العلوم دیوبند ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ یوم شنبہ

تقریظ حضرت حکیم الامۃ مولانا الحاج محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی

مفصل دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی اور سرسری دیکھنے پر قناعت نہیں ہوئی۔ بین بین درجہ میں دیکھی جو تفصیل سے اقرب تھا۔ ماشاء اللہ مشبع اور مقنع ہے۔ ہر ضروری پہلو سے مسئلہ کا بیان ہے۔ اکثر کا مبنی استدلال اور بعض کا وجدان ہے۔ غرض مجموعہ کے اعتبار سے کافی شافی وافی اور شبہات و اعتراضات کی کافی تحقیق ہے۔ جزی اللہ تعالیٰ المجیب المصیب و اعطاہ من کل نعمۃ اوفر نصیب و القبہ بالحبیب البیان فی خواص اللسان۔

وانا العبد المفتقر الی رحمۃ ربہ الغنی اشرف علی غفر لہ ذنبہ الجلی والخفی

تقریظ نمبر۲ "درجۂ اردو" کے عنوان سے مخدوم الملت حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا مختصر مگر پر مغز فتوی۔ پھر اس پر جناب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند کی تحریر اور اخیر میں جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم کا مضمون جو ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتا ہے نظر سے گذرا اس مجموعہ میں شاید کوئی پہلو مسئلہ کا تشنہ نہیں رہا۔ نہ کوئی ایسا مضمون ذہن میں ہے جس کا اضافہ اس پر کیا جائے۔ بلاشبہ اردو کا تحفظ خالص اسلامی نقطۂ نظر کے ساتھ ساتھ مشترک ہندوستانی زاویہ نگاہ سے بھی اشد ضروری ہے۔

اردو زبان کی تخلیق ہندوستان میں یہاں کی مختلف اقوام کے ائتلاف و اشتراک سے ہوئی ہے